بسم اللہ الرحمن الرحیم

كتاب الوعظ والتذكير

سلسلۂ اِشاعت: (۱۰)

آیئے حج کریں!

منتخب اِصلاحی بیانات:

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

اُستاذ حدیث ونائب مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

جمع وضبط:

اُم محمد سلمہا (بنت محمد سلمان منصورپوری)

ذاکرنگرنئی دہلی

ناشر

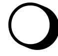
المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

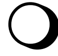
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ. [الذّٰریٰت: ۵۵]
(اور مسلسل نصیحت فرماتے رہئے؛ کیوں کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے)

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلۂ اشاعت: (۱۰)



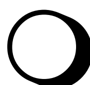
- موضوعِ خطاب : آ یئے! حج کریں
- خطاب : حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- مقام : عزیزیہ شمالیہ (نزد مسجد فقیہ) مکہ مکرمہ
- تاریخ : ۷؍ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۹؍اگست ۲۰۱۷ء بروز منگل
- دورانیہ : ۵۶؍منٹ
- جمع وضبط : اُم محمد سلمہا (بنت محمد سلمان منصور پوری) ذاکر نگر نئی دہلی



آڈیو بیانات سننے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ ملاحظہ کریں:

www.attablig.com/MUFTI-SALMAN

(مفتی محمد جنید پٹیل، جامعہ حقانیہ کٹھور، گجرات)



الحمد للّٰہ نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكّل عليه، ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل لهٗ، ومن يضلل فلا هادي لهٗ، ونشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريک لهٗ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وسندنا وشفيعنا وإمامنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله، صلى اللّٰه تبارک وتعالىٰ عليه وعلىٰ آلهٖ وأصحابهٖ وذرياتهٖ وبارک وسلّم تسليمًا كثيرًا كثيرًا، أما بعد.

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ. (مسند أحمد ۳۲۵/۳، الترغيب والترهيب مكمل ۲۵۹) أو كما قال عليه الصلاة والسلام.

محترم بھائیو اور بزرگو، اور ہماری مائیں اور بہنیں!

سب سے پہلے ہر وقت اور ہر لحہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شکر گزاری لازم ہے کہ اس نے اس مقدس مقام پر عبادت کے لئے حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اِس نعمت کی کما حقہ قدردانی سے بھی سرفراز فرمائیں، آمین۔

اسلام کے ارکان میں حج ایک اہم ترین رکن ہے، جس کے بڑے فضائل اَحادیثِ شریفہ میں وارد ہیں۔

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: "اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ" (مسند أحمد ۳۲۵/۳، الترغيب والترهيب مكمل ۲۵۹) (یعنی حج مبرور کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ ہے ہی نہیں)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ" (صحيح البخاري ۲۰٦/۱) (یعنی جس آدمی نے اس طریقہ پر حج کیا کہ اُس میں نہ تو کوئی بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کا عمل کیا، تو وہ اس طرح حج کر کے واپس جاتا ہے جیسا کہ اُس دن تھا جس دن اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا)

گویا کہ جس طرح نومولود بچہ گناہوں سے پاک اور صاف ہوتا ہے، اسی طرح حج کرنے والا بھی گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر واپس ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حج بہت بڑی عبادت ہے جس کی انجام دہی کے لئے ہم یہاں پر حاضر ہوئے ہیں۔ یاد رکھئے!

یہ کوئی تفریح کا سفر نہیں۔

ریاکاری، دکھاوے اور شہرت کا سفر نہیں۔

دنیاوی منافع کے حصول کا سفر نہیں۔

بلکہ یہ از اول تا آخر عبادتِ خداوندی کا سفر ہے۔

اور اس سفر کے ہر ہر انداز سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے عشق ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔

احرام کا حکم

چناں چہ جب آدمی یہاں آنے کا ارادہ کرے تو اس کے اوپر میقات سے احرام باندھنا لازم ہوتا ہے۔

احرام میں مرد وعورت سب کے لئے خوشبو لگانا، بال کاٹنا، ناخون کاٹنا، میاں بیوی کا ساتھ ملنا، اور آپس میں بے حجابی کی باتیں کرنا، اسی طرح شکار کرنا یہ مطلقاً منع ہے۔

نیز احرام میں مردوں کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی منع ہے۔

خواتین کا احرام

البتہ عورتوں کے لئے احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع نہیں ہے؛ کیوں کہ شریعت ہر حالت میں عورتوں کو پردے میں رہنے کی تاکید کرتی ہے۔ اور چوں کہ بے سلے کپڑوں میں عورت کے لئے پردہ میں رہنا مشکل ہے، اس لئے عورتوں کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے لباس سے منع نہیں کیا گیا۔

بس ایک چیز ان پر لازم کردی گئی کہ اِس حالت میں چہرے پر کپڑا نہ لگے، بقیہ لباس وہی ہے جو عام دنوں میں پہنا جاتا ہے۔

اِس میں کسی رنگ کی بھی قید نہیں ہے۔ بعض عورتیں احرام میں سفید کپڑا پہننا ضروری خیال کرتی ہیں، تو شریعت میں اِس کی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ عورت کسی بھی رنگ کا کپڑا پہن سکتی ہے۔

احرام میں بھی پردہ کا اہتمام

اور چہرے پر کپڑا نہ لگنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر مردوں کے سامنے بے تکلف آتی رہیں؛ بلکہ ان سے اپنے کو چھپانے کی بہرحال کوشش ہونی چاہئے۔

اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جب احرام کی حالت میں ہمارا غیر مردوں کے پاس سے گذر ہوتا تو ہم چہرے پر گھونگٹ ڈال لیتے تھے، اور جب وہاں سے آگے بڑھتے تو چہرہ کھول لیتے تھے''۔ (ابوداؤدشریف ۱/۲۵۴)

تو پتہ چلا کہ عورتوں کے لئے احرام کی حالت میں بھی اپنے آپ کو غیروں سے چھپانے کا حکم ہے۔ اور مردوں پر لازم ہے کہ وہ غیر عورت پر بالقصد نظر نہ ڈالیں۔

یہ بھی امتحان اور آزمائش کا موقع ہے کہ عورتوں سے کہا گیا کہ تمہارے چہرے پر کپڑا نہ لگے، اور مردوں سے کہا گیا کہ تم کسی اجنبی عورت کو بالقصد نہ دیکھو۔

کیوں کہ جو چیز بالکل بند اور مستور ہو، پھر اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اُسے نہ دیکھوتو اِس میں کوئی آزمائش کی بات نہیں؛ لیکن جو چیز کھلی ہوئی ہو، مگر اُس کا دیکھنا منع ہو، پھر آدمی اللہ کے ڈر سے نظر جھکائے رہے تو یہ یقیناً امتحان کی بات ہوگی، جو اس میں کامیاب ہوجائے وہی بامراد ہوگا۔

حج میں بدنظری سے حفاظت

جب سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے منیٰ واپس جارہے تھے، تو آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی سواری پر سوار تھے، راستہ میں ایک عورت پیغمبر علیہ السلام سے مسئلہ پوچھنے لگی، تو حضرت فضل بن عباسؓ کی نظر اُس عورت پر پڑ گئی، تو پیغمبر علیہ السلام نے حضرت فضلؓ کا چہرہ ہاتھ سے پکڑ کر دوسری طرف گھما دیا، اور پھر فرمایا کہ: ''میں نے ایک جوان مرد اور عورت کو دیکھا جن کے درمیان شیطان کی دخل اندازی کا خطرہ ہے (اِس لئے میں نے چہرہ گھما دیا)''۔ (بخاری شریف ۳/۹۲۰)

اور ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: ''لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ؛ فَإِنَّ لَکَ الْأُوْلیٰ لاَ الثَّانِیَةَ''۔ (ابوداؤد شریف/ کتاب النکاح حدیث: ۲۱۴۹) (یعنی نظر پر نظر مت جماؤ؛ کیوں کہ تمہارے لئے پہلی بے اختیار نظر پڑنی تو معاف ہے؛ لیکن دوسری نظر معاف نہیں)

تو اِس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت پر بے دھیانی میں نظر پڑ جائے وہ تو معاف ہے؛ لیکن نظر پر نظر جمانے کی اجازت نہیں ہے، یہ فتنہ کا سبب ہے۔

جو آدمی غلط جگہ پر نظر ڈالنے سے اپنے کو بچالے، وہ اِیمانی حلاوت سے نوازا جاتا ہے۔ چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''بدنظری شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس بندے نے میرے ڈر سے ناجائز جگہ نظر ڈالنے سے نظر جھکالی، تو میرا وعدہ ہے کہ میں اس کے دل میں ایمان کی ایسی مٹھاس اور حلاوت پیدا کروں گا جسے وہ خود محسوس کرے گا''۔ (طبرانی، الترغیب والترہیب/ کتاب النکاح وما یتعلق بہ ص: ۴۲۹ رقم: ۲۹۵۴ بیت الافکار)

ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، جس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حقیقت میں حج کا سفر ایک تربیتی سفر ہے، مرد بھی یہ تربیت حاصل کریں، اور ہماری مائیں بہنیں بھی یہ تربیت حاصل کریں کہ ہماری زندگی پوری طرح شریعت کے احکامات کے تابع ہوجائے، اور ہمارے بدن کے سارے اعضاء معصیت اور گناہ سے محفوظ رہیں۔ خاص طور پر ہماری نظر پاکیزہ رہے؛ کیوں کہ بدنظری اِس دور کا سب سے بڑا شیطانی ہتھیار ہے، یہی وہ بدترین فتنہ ہے جس نے گھر گھر کے اندر انتشار برپا کر رکھا ہے۔

آج یہ فتنہ موبائلوں، فلموں، پکچروں، وہاٹس ایپ اور فیس بک کے ذریعہ پھل پھول رہا ہے، اور بے شمار لوگ اِس میں مبتلا ہوکر ایمان کی حلاوت سے چاشنی سے محروم ہورہے ہیں۔

تو یہ سفر ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں؛ لہٰذا ہمیں اُسی کی عبادت کرنی ہے، اور اُس نے جو ہمیں نعمتیں عطا کی ہیں، خواہ وہ اعضاء کی شکل میں ہوں، یا مال ودولت کی شکل میں، انہیں اللہ کی رضا میں لگانا ہے، اور ناراضگی میں خرچ نہیں کرنا ہے۔

تلبیہ کے بارے میں کچھ ضروری باتیں:

○ جس طرح نماز کی ابتداء تکبیر ''اللہ اکبر'' سے ہوتی ہے، اسی طرح حج وعمرہ کے احرام کی ابتداء نیت کے ساتھ تلبیہ سے ہوتی ہے، اور تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ. (یعنی اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، بس میں آ گیا، اے اللہ! آپ کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں، میں تو آ چکا، ہر طرح کی خوبیاں، انعامات، احسانات، اقتدار، اختیار، سلطنت اور شوکت سب آپ ہی کے لئے ہے، آپ کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے) یہ تلبیہ حج کا سب سے اہم ذکر ہے۔

○ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حج کا سب سے اہم عمل کیا ہے؟ یعنی سب سے اچھا حج کون سا ہے؟ تو آپ نے اِرشاد فرمایا: ''اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ''. (سنن الترمذي / أبواب الحج حديث: ٨٢٧، الترغيب والترهيب ص: ٢٦٧ رقم: ١٧٧٥ بيت الأفكار الدولية)

(یعنی حج کے دو اعمال بہت اہم ہیں: (۱) تلبیہ میں آواز بلند کرنا (۲) قربانی کے جانور کا خون بہانا)

یہ دونوں کام حج کے اہم ترین عناصر میں سے ہیں۔ زبان پر تلبیہ ہو، اور وقت پر قربانی ہو، اللہ کو یہ بات بہت پسند ہے۔

- لیکن مرد تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں، اور عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں۔
- تلبیہ کا ضابطہ یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام باندھنے کے بعد سے طواف شروع ہونے سے پہلے تک تلبیہ پڑھے گا، اور حج کا احرام باندھنے والا ذی الحجہ کی دس تاریخ کو "جمرۂ عقبہ" کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھتا رہے گا۔

اِس سے واضح ہوا کہ تلبیہ ایسا ذکر نہیں ہے کہ آپ جب چاہیں پڑھ لیں؛ بلکہ اس کا وقت محدود ہے، اُس وقت کے بعد تلبیہ نہیں پڑھا جائے گا۔

- البتہ جنہوں نے میقات سے "حج افراد" کا احرام باندھا ہے، یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے جسے "حج قران" کہا جاتا ہے، تو وہ مسلسل دس تاریخ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہیں گے۔

لیکن جنہوں نے میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کر کے سر منڈا لیا، اور احرام کی پابندی سے نکل گئے، تو اب اُن کے لئے تلبیہ کا حکم نہیں ہے۔ پھر وہ جب دوبارہ حج کا احرام باندھیں گے تو اُس وقت تلبیہ پڑھیں گے۔

بہر حال حسب ضابطہ پورے ذوق وشوق کے ساتھ تلبیہ پڑھنے کا اہتمام رکھنا چاہئے، یہ بڑا ہی محبت آفریں ذکر ہے، جس کی مٹھاس اہل دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "عمرہ یا حج کرنے والا جب تلبیہ پڑھتا ہے تو اس کے دائیں طرف سے دنیا کے ختم تک جتنی مخلوقات ہیں، اور بائیں طرف جتنی مخلوقات ہیں یہ سب اس کے ساتھ تلبیہ میں آواز ملاتی ہیں"۔ (ترمذی شریف، الترغیب والترہیب ص: ۲۶۷ بیت الافکار)

اَب ذرا غور فرمایئے! کہ ہمارے دائیں بائیں اللہ تعالیٰ کی کروڑہا کروڑ مخلوقات ہیں، جب وہ سب ہمارے ساتھ تلبیہ پڑھتی ہوں گی تو کیسا روح پرور سماں بندھتا ہوگا۔ اِسی تصور کے ساتھ تلبیہ کی کثرت کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

- علماء نے لکھا ہے کہ عمرہ میں تلبیہ پڑھتے وقت یہ نیت رہے کہ اللہ کے بلانے پر ہم اللہ

کے گھر جا رہے ہیں، جیسے ماں کسی چھوٹے بچے کو بلائے اور بچہ لپک کر اس کی طرف جائے، ایسے ہی تلبیہ پڑھنے والا لپک کر اللہ کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔

اور جب حج کا احرام باندھے تو یہ تصور ہو کہ ہمارے مالک نے اب ہمیں عرفات کے میدان میں بخشش اور مغفرت کے لئے بلایا ہے، ہم اُس کے بلانے پر اُس کی طرف چلے جا رہے ہیں، اسی تصور سے جی لگا کر تلبیہ کی رٹ لگائے رہیں۔

تعمیر کعبۂ مشرفہ کی مختصر تاریخ

کعبۂ مشرفہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا گھر ہے، اسی جگہ سے سب سے پہلے زمین کا خمیر اُٹھایا گیا۔

اِرشادِ خداوندی ہے: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ [ال عمران: ٩٦] (یعنی روئے زمین پر سب سے پہلے عبادت کے لئے جو عمارت تعمیر ہوئی وہ مکہ معظّمہ میں ہے، جو بابرکت اور عالمین کے لئے موجبِ ہدایت ہے)

سیدنا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہاں حج کے لئے تشریف لاتے تھے، اور آپ کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام بھی آتے رہے۔

طوفانِ نوح میں جب ساری دنیا سیلاب کی زد میں آ گئی، تو بیت اللہ شریف کے ظاہری آثار مٹ گئے، اور ایک عرصۂ دراز تک یہی صورتِ حال رہی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اُن کے صاحبزادے سیدنا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیا کہ ''تم ہمارا گھر بناؤ''، اُنہوں نے عرض کیا کہ ''کہاں بنائیں؟'' چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا، جنہوں نے بیت اللہ شریف کی بنیاد کی نشان دہی فرمائی۔ جس کے بعد اِن دونوں باپ بیٹوں نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی سعادت حاصل کی۔

اور اُس زمانے میں سیڑھیاں اور لفٹیں وغیرہ تو تھیں نہیں، اِس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر کا انتظام فرمایا، جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر تعمیر فرماتے تھے، اور عجیب بات یہ تھی کہ جیسے

جیسے بیت اللہ شریف کی دیوار اوپر اٹھتی وہ پتھر بھی اوپر اٹھ جاتا تھا، اِسی پتھر کو ’’مقام ابراہیم‘‘ کہتے ہیں، جو کعبہ مشرفہ کے پاس ایک شیشہ کے خول میں آج بھی موجود ہے، جہاں نماز پڑھنا باعثِ فضیلت ہے۔

بیت اللہ شریف اِس طرح بنا ہوا نہیں تھا جیسے آج نظر آتا ہے؛ بلکہ وہ ایک چوکورا حاطہ تھا، جس میں چھوٹی چھوٹی دیواریں بنائی گئی تھیں، اور مکمل چھت بھی نہیں تھی، یہ چھت بھی بہت بعد میں بنی ہے۔ (مستفاد: فتح الباری شرح بخاری ۸/۵۰۱، تفسیر عزیزی ۲۶۵-۲۶۶)

اور جو حطیم کا حصہ ہے یہ بھی بیت اللہ شریف کے اندر شامل تھا، یہ تو اُس وقت باہر ہوا جب مکہ معظّمہ میں ایک سیلاب آنے کی وجہ سے کعبۂ مشرفہ کی دیواریں کمزور پڑ گئیں، تو مکہ کے لوگوں نے اس کی دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا، اور یہ طے کیا کہ اس میں بالکل خالص حلال کا پیسہ لگائیں گے، یعنی سود، غصب اور جوئے سٹے وغیرہ کا پیسہ اِس مقدس تعمیر میں نہیں لگایا جائے گا۔

چناں چہ چندہ اکٹھا کیا گیا، مگر وہ رقم اتنی نہیں تھی کہ خانۂ کعبہ کی مکمل تعمیر ہو سکے؛ اِس لئے طے کیا گیا کہ حطیم کی طرف سے چند گز زمین چھوڑ کر دیوار کھڑی کی جائے، اور پہلے جو دیوار ۹ر گز کی تھی اُس کو دوگنا کر کے ۱۸ر گز کر دیا جائے، وغیرہ۔

پس حطیم کی طرف آنے جانے کا جو راستہ ہے وہ اصل میں بیت اللہ شریف میں شامل ہے، جسے قریش نے رقم کی کمی کی وجہ سے باہر کر دیا تھا۔

اور قریش نے دوسرا کام یہ کیا کہ پہلے بیت اللہ شریف کے دو دروازے تھے، ایک مشرقی جانب اور دوسرا رکن یمانی کی طرف، اور یہ دونوں زمین کی سطح کے برابر تھے، لوگ ایک طرف سے داخل ہوتے اور دوسری طرف سے نکل جاتے تھے۔ تو قریش کے لوگوں نے رکن یمانی کی جانب کا دروازہ تو بند کر دیا، اور مشرقی دروازہ کو اتنا اوپر بنا دیا کہ سیڑھی لگائے بغیر اُس میں داخل نہیں ہو سکتے، اور یہ اس وجہ سے کیا؛ تاکہ بیت اللہ شریف پر قریش کی حاکمانہ حیثیت برقرار رہے، اور وہ جسے چاہیں اندر جانے دیں، اور اُن کی اجازت کے بغیر کوئی بیت اللہ شریف میں داخل نہ ہو سکے۔ (بخاری شریف/ باب فضل مکۃ وبنیانہا حدیث: ۱۵۸۴)

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے فرمایا تھا کہ: ''اے عائشہ! اگر تمہاری قوم شرک کے زمانہ سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبۂ مشرفہ کو گرا کر زمین سے ملا دیتا پھر از سرِ نو تعمیر کرتا، اور اس کے مشرق و مغرب میں دو دروازے بنا دیتا، اور اس میں حطیم سے چھ گز کا اضافہ کر دیتا، کیوں کہ قریش نے کعبہ کے تعمیر کے وقت اس حصہ کو چھوڑ دیا تھا''۔ (مسلم شریف مکمل حدیث: ۱۳۳۳)

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے اور آپ کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی، اور پورا خلافت راشدہ کا زمانہ بھی گذر گیا۔

بعد میں حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں) کی حکومت قائم ہوئی، ان کو اپنی خالہ جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ خواہش والی حدیث پہنچی تھی، اس لئے جب اُن کی مکہ معظّمہ پر حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے بیت اللہ شریف کی تعمیر ویسی ہی کر دی، جیسی پیغمبر علیہ السلام چاہتے تھے، یعنی حطیم کا حصہ اندر لے لیا، اور دو دروازے بنائے اور اُنہیں سطح زمین کے برابر کر دیا۔

لیکن جب حجاج ابن یوسف نے عبد الملک ابن مروان کے کہنے پر مکہ معظّمہ پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور اُن کی حکومت ختم ہو گئی، تو حجاج بن یوسف نے امیر عبد الملک ابن مروان کو لکھا کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی تعمیر کعبہ کو برقرار رکھا جائے یا اسے بدل کر قریش کی تعمیر کی طرح کر دیا جائے؟ تو عبد الملک بن مروان نے جواب میں لکھا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار کی اونچائی تو برقرار رکھی جائے؛ البتہ بقیہ تعمیر کو قریش کی تعمیر کے مطابق کر دیا جائے۔

چناں چہ حجاج بن یوسف نے شمالی دیوار کو گرا کر قریش کے موافق تعمیر کر دی اور مشرقی دروازے کو بلند کر دیا اور اندرونی سطح کعبہ کو پتھروں سے بھر کر دروازے کے برابر کر دیا، اور مغربی دروازے کو بند کر دیا۔ آج تک بیت اللہ کی ہیئت اسی طرح کی چلی آتی ہے۔ (تفسیر عزیزی ۲۶۷)

تاریخ میں لکھا ہے کہ بعد میں جب عبد الملک بن مروان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کا علم ہوا تو اُنہیں اپنے حکم پر بڑی ندامت ہوئی۔

پھر کئی سال بعد عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے اپنے دورِ حکومت میں اسے حضرت عبد اللہ بن

الزبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر کے موافق کرنے کا ارادہ کیا، تو امام دار الہجرہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں آپ کو اس بات کی قسم دلاتا ہوں کہ اس اللہ کے گھر کو آپ بادشاہوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بننے دیں کہ جو چاہے اپنی مرضی سے تبدیلی کرتا رہے، اس سے لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت وعظمت نکل جائے گی''۔

چناں چہ مذکورہ خلیفہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا، اور آج تک بیت اللہ شریف قریش کی تعمیر کے موافق موجود ہے۔ (الروض الانف ۱/۳۳۹)

اور سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے؛ کیوں کہ اگر حطیم کا حصہ بیت اللہ شریف سے باہر نہ ہوتا تو ہم جیسے کمزوروں کو بیت اللہ شریف کی زمین پر سجدہ کرنے کا شرف کیسے ملتا؟ کیوں کہ وہاں خاص مقام ومنصب اور تعلقات والوں کے علاوہ کسی کو داخلے کی اجازت ملنی سخت مشکل ہوتی ہے۔

اِس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے طور پر یہ حصہ باہر کرادیا کہ ہم غریبوں کو بھی اللہ کے گھر میں اپنی گنہگار پیشانی ٹیکنے کا شرف حاصل ہوجائے، اس لئے اگر کسی کو موقع ملے تو حطیم میں جا کر نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنی چاہئے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ حطیم کے دو حصے ہیں، ایک تو وہ حصہ جو دائرہ کی شکل میں ہے، یہ ''مقام حجر'' کہلاتا ہے۔ اس میں حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام وغیرہ کی قبریں ہیں، اور آگے دیوار کی جانب جہاں دونوں طرف سے راستہ کھلا ہوا ہے، یہ اصل حطیم کا حصہ ہے، جو بیت اللہ شریف کا جزو ہے، یہ چوڑائی میں ٦/ ہاتھ کے بقدر ہے، اِسی کے اوپر میزاب رحمت گرتا ہے، یہاں دعا اور نماز کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حرم کی نماز اور نیکیاں

مکہ معظّمہ میں بیت اللہ شریف کے اِردگرد جو مسجد ہے اُس کو ''مسجد حرام'' کہتے ہیں، جس میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ گنا ملتا ہے۔ (مسند احمد ۳/۳۴۳)

اور بہت سے علماء نے فرمایا کہ یہ ثواب صرف مسجد حرام تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ پورے

حدودِ حرم کی نمازوں کا ثواب ایک لاکھ گنا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱/۲۰۱/۱۷ الکویت، غنیۃ الناسک ۱۴۳)

اور صرف نماز ہی تک محدود نہیں؛ بلکہ صدقہ خیرات، ذکر واذکار اور دیگر عبادات اگر انجام دی جائیں تو ان کا ثواب بھی اسی حساب سے بڑھ کر ملتا ہے، اِس لئے اِن مواقع اور لمحات کو زیادہ سے زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

یہاں رہ کر اپنے لمحات کو فضول گپ شپ میں یا بازاروں کی سیر وتفریح میں لگانے کے بجائے طواف، تلاوت اور عبادات میں گذارنے کی کوشش کریں؛ تاکہ ہمارا یہ سفر پوری طرح کارآمد ہوسکے۔

حج کے ارکان ومناسک منصوص ہیں

یہ بات بھی اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ حج کے اَرکان ومناسک کسی انسان کے طے کردہ نہیں ہیں کہ چند لوگوں نے آپس میں مل بیٹھ کر طے کرلیا ہو کہ ایسا کرلیا جائے، جیسا کہ بہت سے مذاہب کی رسومات ہوتی ہیں، اسلام میں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہ سب عبادت کے طریقے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی پیغمبروں کو سکھلائے ہیں۔

اور اخیر میں ہم سب کے سردار خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، پیارے آقا سرورِ عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لاَ أَدْرِيْ لَعَلِّي لاَ أَحُجُّ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا“. (سنن النسائي / كتاب المناسك حديث: ۳۰۵۹ دار الفكر بيروت) (یعنی مجھ سے حج کے ارکان ومناسک سیکھ لو؛ کیوں کہ میں نہیں جانتا کہ شاید اگلے سال میں حج نہ کرپاؤں گا)

چناں چہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ ہجری میں حجۃ الوداع کا اِرادہ فرمایا تو سارے عرب میں شور ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں۔

لہٰذا کیا مرد، کیا عورتیں، کیا جوان، کیا بوڑھے، سب سواریاں لے کر حضور کے قافلہ میں شامل ہونے کے لئے تیار ہوگئے، بہت سے لوگ مدینہ منورہ ہی سے ساتھ ہوئے، اور کچھ لوگ راستہ میں شامل ہوئے، جب کہ بے شمار لوگ سیدھے مکہ معظّمہ آگئے۔

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت ہے کہ ذوالحلیفہ (مدینہ منورہ کی میقات)

میں حضورِ اکرم علیہ السلام جب احرام باندھ کر روانہ ہوئے، تو میں نے دائیں طرف نظر ڈالی تو تاحد نظر آدمی ہی آدمی تھے، اسی طرح بائیں طرف اور آگے پیچھے نظر ڈالی، تو ہر طرف فرزندانِ توحید اور عاشقانِ نبوت کا ایک سیل رواں تھا، جو موجیں مار رہا تھا۔

روایات کے مطابق ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ حجۃ الوداع میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اور آپ کی ہر ہر اَدا اور ہر ہر عمل کو بغور دیکھ کر محفوظ کیا، اور اُنہیں اُمت تک پوری دیانت داری کے ساتھ منتقل کر دیا۔

اِسی لئے آج اَحادیث اور سیرت کی کتابوں میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احرام، طواف، سعی، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے مناسک پوری طرح محفوظ ہیں، جن سے اُمت تاقیامت رہنمائی حاصل کرتی رہے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

حج کے مہینوں میں عمرہ کی اجازت

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے تین مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ) میں عمرہ کرنا حرام ہے، اِس میں تو صرف حج کیا جائے گا۔ اور یوں کہتے تھے کہ عمرہ تو صفر کے مہینے میں اور اُس کے بعد حلال ہوسکتا ہے، اس سے پہلے عمرہ ہو ہی نہیں سکتا، یہ ان لوگوں کا جاہلانہ تصور تھا۔ اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ حج کے مہینوں میں عمرہ بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے نبی اکرم علیہ السلام نے اِس تصور کو جڑ سے مٹانے کا ارادہ فرمایا۔ اور اس کی صورت یہ اپنائی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب مدینہ منورہ سے حج کا احرام باندھ کر مکہ معظّمہ تشریف لے آئے، تو پیغمبر علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ: ''تم میں سے جو آدمی اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لایا ہے، وہ عمرہ کر کے حلال ہوجائے؛ البتہ جو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو، وہ ابھی حلال نہ ہو، اُس کا احرام حج تک جاری رہے گا''۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے قربانی کے جانور لائے تھے، اِس لئے آپ نے تو احرام نہیں کھولا؛ لیکن آپ نے یہ فرمایا کہ ''اگر میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا تو میں بھی حلال ہوجاتا''۔ (مستفاد: مسلم شریف/ باب حجۃ النبیؐ حدیث: ۱۲۱۸)

گویا کہ عمرہ کر کے صحابہ کا احرام کھلوا کر اُمت کو یہ پیغام دیا گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ کرنے کا تصور قطعاً غلط ہے، اور اس میں حسب ضابطہ عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حج تمتع اور حج کی دیگر قسمیں

دیکھا جائے تو اِس حکم میں اُمت کے لئے بڑی سہولت ہے کہ حج کے مہینوں میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور پھر عمرہ کر کے حلال ہو جائیں، اور پھر جب حج کا وقت آئے تو اب دوبارہ حج کا احرام باندھ لیں۔ اس میں احرام کی پابندیاں لمبی مدت تک نہیں ہوتیں، اور آدمی سہولت محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے اِس طریقے پر حج کو ''تمتع'' کہا جاتا ہے۔ تمتع کے معنی عربی میں فائدہ اٹھانے کے آتے ہیں، اور بلاشبہ اس طریقے سے آدمی پر زیادہ بوجھ نہیں ہوتا۔

حج کا دوسرا طریقہ ''حج اِفراد'' ہے، اس میں میقات سے براہِ راست حج کا احرام باندھا جاتا ہے، اُس میں عمرہ نہیں کیا جاتا، اور قربانی بھی واجب نہیں ہوتی؛ لیکن احرام کی مدت نسبۃً زیادہ ہوتی ہے۔

اور ایک طریقہ ''حج قران'' کہلاتا ہے، جس میں میقات سے حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا جاتا ہے، اور عمرہ کے بعد بھی احرام بدستور جاری رہتا ہے، اس میں مشقت زیادہ ہوتی ہے، اسی لئے حنفیہ کے نزدیک اس کا ثواب بھی زیادہ ہے؛ لیکن ہر ایک کے لئے اس کا تحمل دشوار ہے۔ اور ''حج قران'' کے مسائل بھی نازک ہیں۔

ایک واقعہ

ہمارا ایک کشمیری دوست تھا، وہ حج سے تقریباً پندرہ بیس دن پہلے مکہ معظمہ آ گیا، وہ بڑا عبادت گذار تھا، ہم بعد میں ایام حج کے قریب مکہ معظّمہ پہنچے تو اس سے ''مدرسہ صولتیہ'' میں ملاقات ہوئی، تو دیکھا کہ وہ احرام کی حالت میں ہے، ہم نے کہا کہ آپ تو بہت دن پہلے آ گئے تھے، ابھی تک احرام نہیں کھلا؟

تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے ''حج قران'' کا ارادہ کیا ہے۔

ہم نے کہا سبحان اللہ! بہت اچھی بات ہے۔

پھر وہ کہنے لگا کہ ''مفتی صاحب الحمدللہ میں نے چھ عمرے اور کر لئے''۔

ہم نے کہا کہ ''قران کے ساتھ چھ عمرے کا کیا مطلب؟''

اس نے کہا کہ ''میں نے سوچا کہ ابھی تو حج میں پندرہ دن ہیں ان کو کام میں لانا چاہئے؛ لہٰذا میں مسجد عائشہ جا کر احرام باندھ کر عمرے کرتا رہا۔ اس طرح میرے اب تک چھ عمرے ہو گئے ہیں''۔

ہم نے کہا کہ ''یہ تو آپ نے بہت غلط کیا، شریعت میں احرام پر احرام باندھنا درست نہیں ہے، اِس لئے اب آپ کو جنایت کے طور پر چھ دم ادا کرنے پڑیں گے''۔

اب دیکھئے کہ جس بات کو وہ بہت خوشی سے بیان کر رہے تھے، وہ دراصل اُصولِ شریعت کے خلاف تھی؛ کیوں کہ جب تک ایک حج یا عمرہ کا احرام نہ کھل جائے اُس وقت تک دوسرے حج یا عمرے کا احرام باندھنا جائز نہیں ہوتا ہے۔ اور دینی مسائل میں اپنی مرضی نہیں چلتی کہ جو جی میں آیا وہ کرلو؛ بلکہ جو طریقہ شریعت اور سنت سے ثابت ہو اُسی کو اپنانا پڑے گا۔

تمتع میں حج کا احرام

الغرض! احقر عرض کر رہا تھا کہ تمتع میں اُمت کے لئے بڑی سہولت پائی جاتی ہے، اس میں عمرہ کر کے آدمی حلال ہو جاتا ہے، اور پھر حج کے قریب دوبارہ حج کا احرام باندھتا ہے، تو اِس احرام کے لئے کوئی طواف لازم نہیں،

کوئی سعی لازم نہیں۔

حتیٰ کہ حرم شریف جانا بھی لازم نہیں۔

بلکہ جہاں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں وہیں غسل کر کے دو رکعت پڑھ کر حج کا احرام باندھ لیجئے، یعنی نیت کر لیجئے کہ میں حج کا احرام باندھ رہا ہوں، اور ساتھ میں تلبیہ پڑھ لیجئے، بس احرام شروع ہو جائے گا۔

بعض لوگ آپ کو یہ مشورہ دیں گے کہ حج کی سعی منیٰ جانے سے پہلے ہی کر لی جائے، تو اُس کے لئے اولاً حج کا احرام باندھنا پڑے گا، پھر طواف کے بعد سعی کرنی ہوگی، جو اِس بھیڑ کے زمانہ میں اور رہائش گاہیں دور ہونے کی وجہ سے مزید طوالت کا عمل ہوگا، اِس لئے ہم یہی مشورہ دیتے ہیں کہ آپ پیشگی سعی کرنے کا خیال ترک کر دیں، اور اپنی قیام گاہ سے احرام باندھ کر منیٰ روانہ ہو جائیں۔

منیٰ میں دراصل پانچ نمازیں پڑھنا مسنون ہے، آٹھ ذی الحجہ کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نو ذی الحجہ کی فجر؛ لیکن آج کل چوں کہ مجمع زیادہ ہونے لگا ہے، اور نظام کو قابو میں رکھنا مشکل ہے، اِس لئے اب سات ذی الحجہ کی رات ہی سے منیٰ کے لئے روانگی شروع ہوجائے گی، اِس لئے آپ حضرات سات ذی الحجہ کو عشاء کے بعد احرام باندھ کر تیار رہیں؛ تاکہ جب معلم کی بسیں آئیں تو روانگی میں تاخیر نہ ہو۔

آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام دراصل حج کی تیاری کا پیش خیمہ ہے، اس پورے وقت کو حج کے مسائل ومناسک کے مذاکرے اور تکرار میں صرف کرنا چاہئے، محض کھانے پینے اور متعلقین کی ملاقاتوں کی فکر میں اس وقت کو ضائع نہ کیا جائے۔

منیٰ سے عرفات کے لئے روانگی

اِسی طرح اصل سنت تو یہی ہے کہ نو ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد منیٰ سے عرفات کی جانب کوچ کیا جائے، اور پہلے سب حجاج کا یہی معمول تھا؛ لیکن اب حجاج کی کثرت کی وجہ سے رات ہی سے عرفات کے لئے روانگی شروع ہوجاتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ منیٰ کے بجائے عرفات میں گذارنا پڑتا ہے۔

اب جو آدمی تجربہ کار اور صاحبِ عزیمت ہو، اور یہ طے ہی کرلے کہ میں ہر پریشانی کو جھیلوں گا؛ لیکن پوری طرح سنت کے مطابق ہی حج کروں گا، تو وہ بلاشبہ اجر وثواب کے مستحق ہوگا، اُسے اِس عمل سے کوئی روک نہیں کرسکتا۔

لیکن جو آدمی کمزور ہو یا ناتجربہ کار ہو، یا جس کے ساتھ خواتین اور ضعیف لوگ ہوں، اور وہ معلم کی بسوں یا اُس کے نظام کے بغیر عرفات میں اپنے مقررہ خیمے تک نہ پہنچ سکتا ہو، اور بغیر سواری کے جانے میں بھٹکنے کا شدید اندیشہ ہو، جیسا کہ عام لوگوں کا حال ہے، تو اُن کو یہی مشورہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے قافلہ کے ساتھ رات ہی میں عرفات چلے جائیں، اور اللہ سے توبہ واستغفار کرتے رہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس بے اختیار کوتاہی کو معاف فرمائیں گے۔ واضح ہو کہ اِس پہلے جانے کی وجہ سے کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔

عرفات میں پہنچ کر اولاً آرام کرلیں، اب تو ماشاء اللہ وہاں بھی بہت سہولت ہوگئی، ہم لوگ جب یہاں ۱۹۸۷ء میں آئے تھے تو اس وقت یہاں ریت ہی ریت تھا۔

اور ہمیں یاد ہے کہ عرفات کے میدان میں ہمارے ساتھ کچھ خواتین تھیں، وہ ظہر کے وقت استنجے کے لئے خیمہ سے باہر نکلیں، تو وہاں ریت ایسا تھا کہ اس میں پیر دھنس رہے تھے، اور اُس پر چپل چپکے چلے جارہے تھے، اور اس ریت میں چلنے کی وجہ سے اُن کے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے، انتہائی شدید گرمی تھی، کوئی سایہ کا انتظام نہیں تھا، پکے بیت الخلاء کا تو تصور ہی نہیں تھا، بیت الخلاء کے لئے ٹاٹ کے پردے بنائے جاتے تھے، پانی بھی بہت کمیاب تھا، بہت مشکل سے دستیاب ہوتا تھا۔

آج تو ماشاء اللہ پکے بیت الخلاء ہیں، راستے بھی پختہ بن گئے ہیں، جگہ جگہ واٹر کولر بھی رکھ دئے گئے ہیں، اور نیم کے درخت کے سائے بھی دستیاب ہیں، خیموں میں بھی کولر اور اے سی کا معقول انتظام ہوگیا ہے۔

اب آپ کے پاس فجر سے لے کر ظہر تک کا وقت ہے، اِس درمیان آرام کریں، خواہش ہوتو کچھ کھاپی لیں، اور دیگر ضرورتیں بھی پوری کرلیں۔

جیسے ہی زوال ہوجائے گا، عرفہ کے وقوف کا اصل وقت شروع ہوجائے گا، جو پورے حج کا خلاصہ ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: "اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ" (یعنی حج تو عرفہ کے وقوف ہی کا نام ہے) (ترمذی شریف حدیث:۸۸۶)

یہ حج کا رکن اعظم ہے، اور دوسرا رکن طوافِ زیارت ہے، یہ دونوں ارکان تو بہر حال کرنے ہی ہیں، ان کے بغیر حج مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔

اور ان میں بھی وقوفِ عرفہ کی اہمیت زیادہ ہے؛ کیوں کہ طوافِ زیارت تو کسی عذر سے مؤخر بھی ہوسکتا ہے؛ لیکن عرفہ کا دن اور جگہ تو بالکل متعین ہے، اگر وہ چھوٹ گیا تو پھر حج ہی چھوٹ جائے گا۔ اِسی لئے مسئلہ یہ ہے کہ اگر آدمی حج کا احرام باندھ کر آئے؛ لیکن اُسے وقوفِ عرفہ نہ ملے تو اُس کا حج فوت ہوجائے گا، اور اُسے عمرہ کے افعال کرکے حلال ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

بہر حال عرفات میں زوال سے پہلے پہلے آپ اپنی سب ضروریات سے فارغ ہوکر تیار رہیں،

زوال کے فوراً بعد آپ کے خیمہ میں ظہر کی اذان ہوگی، ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے گی، اس کے بعد آپ ذکر ودعا میں عصر تک مشغول رہیں، اِس دوران آپ نفل بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ کوئی مکروہ وقت نہیں ہے، موقع ہو تو صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیں، لبیک کی کثرت رکھیں، اور چوتھا کلمہ بھی وقفہ وقفہ سے پڑھتے رہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''سب سے افضل دعا عرفہ کی دعا ہے، جسے تمام نبیوں نے مانگا ہے، اور اُس دعا کے کلمات یہ ہیں: ''**لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ**''. (سنن الترمذي حديث: ۳۵۸۵، مجمع الزوائد ۲۵۲/۳) یہ عرفہ کی سب سے اہم دعا ہے، اپنے لئے مانگیں، بچوں کے لئے مانگیں، بڑوں کے لئے مانگیں، امت کے لئے مانگیں، الغرض پورے عالم کے لئے مانگیں۔ آج مانگنے میں کوئی کمی نہیں کرنی ہے، جو آج مانگنے میں کمی کرے گا اس سے بڑا محروم کوئی نہیں ہے۔

آج دینے والے کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ مجھ سے جو کچھ مانگو گے میں عطا کروں گا، کوئی نا اُمید نہ ہو، کوئی محروم نہ رہے، آج مانگنے والوں کی طرف سے کمی ہوسکتی ہے؛ لیکن دینے والے رب کی طرف سے کوئی کمی نہیں۔

پھر خیمہ میں اپنے وقت پر نماز عصر ہوگی، اُس کے بعد بھی آپ غروب تک ذکر ودعا میں مشغول رہیں۔

ہوسکتا ہے کہ غروب سے پہلے ہی معلم کی بس میں بیٹھنا پڑ جائے؛ لیکن بس میں بیٹھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ عرفات سے چل پڑے، اِس لئے دعاؤں اور ذکر واذکار کا یہ تسلسل بس میں بیٹھے ہوئے بھی جاری رہنا چاہئے؛ کیوں کہ ابھی آپ وقوف ہی کی حالت میں ہیں۔

عرفات کی مسجد نمرہ میں نماز کا حکم

اگر حاجی مسجد نمرہ میں اِمام الحج کی اقتداء میں نماز ادا کرے، تو اُس کے لئے ظہر کے وقت میں عصر کی نماز ادا کرنے کا حکم ہے، اور چوں کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، اِس لئے جو شخص مسجد نمرہ میں دونوں نماز پڑھے گا اُس کے لئے بعد میں نوافل پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی؛ بلکہ وہ صرف ذکر ودعا اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے گا۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنے خیمے سے مسجد نمرہ جانا آنا شدید دھوپ اور ازدحام کی وجہ سے عام آدمی کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے؛ لہٰذا جو لوگ اِس کی ہمت نہ کر سکیں وہ اپنے ہی خیمے میں رہ کر اپنے اپنے اوقات میں خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کریں، اور ذکر ودعا میں مشغول رہیں۔

مزدلفہ کے لئے روانگی

جب غروب ہوجائے گا تو وہاں سے بسیں مزدلفہ کی طرف روانہ ہوں گی؛ لیکن آج مغرب کی نماز کا وقت حاجیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بدل دیا ہے، مغرب مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت میں ادا کرنی ہے، اس سے پہلے مغرب نہیں پڑھی جائے گی۔

حتیٰ کہ اگر آپ عشاء کے وقت سے پہلے مزدلفہ پہنچ گئے تو بھی عشاء سے پہلے مغرب نہیں پڑھیں گے؛ بلکہ عشاء کے وقت کا انتظار کیا جائے گا، جب وقت ہوجائے گا تو اولاً مغرب اُس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جائے گی، اور اُن کے درمیان کوئی سنت اور نفل نہیں پڑھی جائے گی۔

اس کے بعد پوری رات مزدلفہ میں گذاریں، اور اللہ جو بھی توفیق دیں اُس میں عبادت ادا کریں، اور ذکر ودعا کا اہتمام رکھیں۔

آج کل بہت سے لوگ آدھی رات ہی سے مزدلفہ سے نکلنا شروع کر دیتے ہیں، تو اُن کے کہنے میں نہ آئیں؛ بلکہ پوری رات مزدلفہ میں گذارنے کی کوشش کریں۔

وقوفِ مزدلفہ کا اصل وقت

دس ذی الحجہ کو صبح صادق ہونے کے بعد وقوفِ مزدلفہ کا واجب وقت شروع ہوتا ہے، جو سورج کے طلوع تک باقی رہتا ہے، اس دوران اگر تھوڑی دیر بھی مزدلفہ کی حدود میں ٹھہرنا پایا جائے تو واجب ادا ہوجاتا ہے، اِس لئے صبح صادق کے بعد اولاً فجر کی نماز ادا کریں، اُس کے بعد جتنی دیر بسہولت ہوسکے، کھڑے ہوکر ذکر ودعا کریں، یہ قبولیت کا وقت ہے۔

اس کے بعد آپ وہاں سے رمی کے لئے کنکریاں چن لیں، پہلے دن کے لئے سات، دوسرے دن کے لئے اکیس، تیسرے دن کے لئے اکیس، یعنی کل ۴۹ رکنکریاں آپ کے کام آئیں گی۔

اور اگر کوئی چوتھے دن ٹھہرنا چاہے، تو اکیس کنکریاں مزید لے لے، اور بہتر ہے کہ اِن کنکریوں کو دھوکر کسی بوتل وغیرہ میں رکھ لیا جائے۔

یوم النحر کے اَفعال

دسویں ذی الحجہ یعنی یوم النحر میں ہمیں کئی کام انجام دینے ہیں، یہ حج کا سب سے مصروف دن ہے، اِسی لئے اس کو ''یوم الحج الاکبر'' کہا جاتا ہے۔

اِس میں بالترتیب تین کام کرنے ہیں:

(۱) جمرۂ عقبہ کی رمی، یہ وہ جمرہ ہے جو مکہ معظّمہ کی جانب منی کے آخری کنارے پر ہے، اسی لئے اِس کو آخری شیطان بھی کہا جاتا ہے۔ آج صرف اسی کو کنکری ماری جائے گی۔

(۲) اس کے بعد دوسرا کام قربانی کرنے کا ہے، جو حدودِ حرم میں کہیں بھی کی جاسکتی ہے۔ اور یہ قربانی آپ خود بھی کرسکتے ہیں، اور ہمارے گروپ والوں نے بھی انتظام کیا ہے، اُن کے ذریعہ بھی کراسکتے ہیں؛ لیکن جب تک قربانی نہ ہو، احرام برقرار رہے گا۔

(۳) تیسرا کام سر منڈانا ہے۔

ان تینوں افعال میں حتی الامکان ترتیب برقرار رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے؛ اِس لئے کہ اگر بلاعذر ترتیب اُلٹ پلٹ ہوجائے تو دم واجب ہوجاتا ہے۔

طوافِ زیارت

آج ہی کے دن صبح صادق سے طوافِ زیارت کا وقت بھی شروع ہوجاتا ہے، جو ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب تک باقی رہتا ہے، اِس درمیان دن یا رات میں کبھی بھی یہ رکن ادا کرسکتے ہیں، اور بلا شرعی عذر کے اُس کو مؤخر کرنا جائز نہیں؛ لیکن طوافِ زیارت اور یوم النحر کے افعال میں ترتیب واجب نہیں ہے؛ البتہ افضل یہی ہے کہ آدمی احرام کھول کر نہا دھوکر اطمینان سے طوافِ زیارت کے لئے جائے۔

رمی جمرات

دسویں ذی الحجہ کو صرف آخری جمرہ کی رمی کی جائے گی، اِس رمی کا وقت پورے چوبیس گھنٹے رہتا ہے، یعنی صبح صادق سے اگلے دن صبح صادق تک؛ لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ صبح صادق سے

طلوع آفتاب تک مکروہ وقت ہے، پھر طلوعِ آفتاب سے زوال تک افضل وقت ہے، اور زوال سے غروب تک مباح وقت ہے، اور غروب سے صبح صادق تک مکروہ وقت ہے؛ البتہ اگر بھیڑ وغیرہ کے عذر سے مکروہ وقت میں رمی کی تو اُمید ہے کہ کراہت نہ ہوگی۔

۱۱؍اور۱۲؍ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی ہوتی ہے، اور ان دونوں دنوں کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے، اور اگلے دن صبح صادق تک رہتا ہے۔ جس میں سے زوال سے غروب تک افضل وقت ہے، اور غروب کے بعد سے صبح صادق تک بلا عذر مکروہ وقت ہے۔

بعض معلمین ان دنوں میں زوال سے پہلے رمی کرنے کی ترغیب اور تاکید کرتے ہیں، تو اُن کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں؛ کیوں کہ زوال سے قبل رمی معتبر نہیں ہے۔

عام طور پر حجاج کرام ۱۲؍ذی الحجہ کو رمی کرکے واپس اپنی قیام گاہ پر آجاتے ہیں، لیکن اگر کوئی رکنا چاہے تو ۱۳؍کو بھی رمی کرسکتا ہے، تو مزید ثواب کا مستحق ہوگا۔

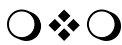
حج کے بعد مکہ معظّمہ میں قیام

منیٰ سے لوٹنے کے بعد ۱۴؍ذی الحجہ کے بعد اگر آپ چاہیں تو مسجد عائشہ یا جعرانہ وغیرہ جاکر احرام باندھ کر عمرہ کرسکتے ہیں۔

نیز اِس دوران طواف کی بہت کثرت رکھیں؛ کیوں کہ طواف وہ عبادت ہے جو سوائے یہاں کے اور کہیں انجام نہیں دی جاسکتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزانہ بیت اللہ شریف پر ۱۲۰؍رحمتیں نازل ہوتی ہیں، جس میں سے ۶۰؍رحمتیں صرف طواف کرنے والوں کے لئے مخصوص ہیں، ۴۰؍نمازیوں کے لئے، اور ۲۰؍ان لوگوں کے لئے ہیں جو بیت اللہ شریف کو صرف دیکھتے رہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی حدیث:۴۰۵۱، الترغیب والترہیب مکمل ص:۲۶۹)

اور جب واپسی کا وقت آئے تو طوافِ وداع کرلیں؛ جو واجب ہے، اور اس میں خواتین کے لئے یہ سہولت ہے کہ واپسی کے وقت شرعی عذر پیش آجائے اور طوافِ وداع نہ کرسکیں تو وہ بھی اُن سے معاف ہے۔



مدینہ منورہ کی حاضری

اگرچہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور روضۂ اَقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری حج کے اَرکان ومناسک میں داخل نہیں ہے؛ لیکن یہ بڑی بے مروتی کی بات ہے کہ آدمی دور دراز سے حج کرنے آئے اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری نہ دے، اِس لئے حجاجِ کرام کو چاہئے کہ وہ حج سے پہلے یا حج کے بعد مدینہ منورہ حاضری کی کوشش کریں، اور موقع ہو تو کم از کم ۴۰؍ نمازیں مسجد نبوی میں اَدا کریں؛ اِس لئے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص مسلسل مسجد نبوی میں ۴۰؍ نمازیں پڑھے، تو اُس کو جہنم، عذاب اور نفاق سے برأت کا پروانہ عطا ہوتا ہے''۔ (خلاصۃ الوفاء ۱؍۴۹۰)

علاوہ اَزیں متعدد روایات میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قبر مبارک کی زیارت کو موجب شفاعت عمل قرار دیا ہے۔ (مستفاد: خلاصۃ الوفاء ۱؍۳۲۱)

اِس لئے ہر حاجی کو مدینہ منورہ حاضری کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔

مدینہ منورہ کے سفر میں ذوق وشوق کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھیں، وہاں حاضر ہوکر مسجد نبوی میں نماز باجماعت اور تلاوتِ کلام پاک کا اہتمام کیا جائے، اور گاہے بگاہے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہیں۔

آج کل صلوٰۃ وسلام کے لئے ''باب السلام'' سے داخلے کا نظام ہے، اِس لئے اَدب کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہوئے حاضری دیں، اور جب بالکل روضۂ اقدس کے سامنے پہنچیں تو با اَدب ہوکر درج ذیل الفاظ سے سلام عرض کریں:

- اَلصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے رسول آپ پر درود وسلام)
- اَلصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ (اے اللہ کے حبیب! آپ پر صلوٰۃ وسلام)

○ اَلصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ (اے افضل الخلق! آپ پر صلوٰۃ وسلام)

○ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِيُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں)

سلام پیش کرتے وقت یہ تصور رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں خصوصی حیات کے ساتھ تشریف فرما ہیں، اور ہمارے صلوٰۃ وسلام کو سن کر جواب مرحمت فرما رہے ہیں۔

اس کے بعد ایک قدم آگے بڑھ کر خلیفہ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

پھر مزید ایک قدم آگے بڑھ کر امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کریں۔

بعد ازاں وہیں پر یا باہر نکل کر خوب توجہ کے ساتھ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے اپنی مغفرت اور دین و دنیا کی فلاح کے لئے دعا کریں، یہ قبولیت کا موقع ہے۔

مدینہ منورہ قیام کے دوران ''جنۃ البقیع'' میں بھی حاضری دیں، جو مدینہ منورہ کا مشہور ومعروف قبرستان ہے، جس میں ہزاروں صحابہ اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔

نیز ''مسجد قبا'' میں بھی حاضر ہوکر نماز ادا کریں۔ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ (ترمذی شریف ۱/۷۴)

اور شہدائے احد کی بھی زیارت کریں۔

الغرض اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ عبادت و اطاعت میں مشغول رکھیں۔ بالخصوص مسجد نبوی میں ''ریاض الجنۃ'' اور قدیم مسجد کے حصہ میں وقت گذاریں۔

اور صورت وسیرت میں اتباعِ سنت وشریعت کا پختہ عزم لے کر مدینہ منورہ سے واپس ہوں، جو اس پورے سفر کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔

اِس مختصر وقت میں اجمالی گفتگو کی گئی ہے، کسی کو کوئی اور بات معلوم کرنی ہو تو وہ سوال کرسکتا ہے۔ (اِس سلسلہ کے بعض سوال و جواب آگے درج کئے جا رہے ہیں)

اللہ تعالیٰ اِس سفر کو بے حد قبول فرمائیں، کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور ہم سب کو حج مبرور اور زیارتِ مقبولہ سے نوازیں، آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ □❖□

سوال وجواب

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم، أما بعد!

سوال:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا حج کیا تھا؟

جواب:- نبی اکرم ﷺ نے ''حج قِران'' فرمایا تھا، جو حج کی سب سے افضل شکل ہے۔

سوال:- جب حج افضل ترین عبادت ہے، تو پیغمبر علیہ السلام نے ہجرت کے بعد صرف ایک حج ہی کیوں فرمایا؟

جواب:- اصل میں بات یہ ہے کہ مکہ کے مشرکین نے اپنی طرف سے مہینوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھا تھا، اور اصل عبادت کے مہینے وقت سے بے وقت ہو گئے تھے۔ اَب ہجرت کے بعد آٹھ سال تک تو مکہ ہی فتح نہیں ہوا، پھر فتح مکہ کے اگلے سال ۹ رہجری میں حج فرض ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا، اور آپ کو حکم دیا کہ حج میں تمام مشرکانہ آثار کو مٹا دیں، اور اعلان کر دیں کہ آئندہ سال نہ تو کوئی مشرک حج کرے گا، اور نہ کوئی ننگا حج کرے گا، اور اِس انتظام کا منشا یہ تھا کہ جب کفر وشرک کے سارے آثار مٹ جائیں، اور زمانہ اپنی اُس اصلی حالت پر لوٹ آئے جیسا حقیقت میں تھا، اُس کے بعد ہی پیغمبر علیہ السلام حج کا فریضہ اَدا کریں۔ چناں چہ اِن تمام اُمور کی تکمیل کے بعد ۱۰ رہجری میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری حج فرمایا، تو گویا اِس سے پہلے آپ کے حج ادا کرنے کا موقع نہ تھا۔

سوال:- حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے سال باحیات رہے؟

جواب:- حج کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین مہینے باحیات رہے۔ ربیع الاول ۱۱ رہجری میں آپ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔

سوال:- اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع ملتا تو بعد میں بھی حج فرماتے؟

جواب:- جی ہاں! اگر زندگی نے وفا کی ہوتی تو اُمید یہی تھی کہ آپ بعد میں بھی حج ادا فرماتے، جیسا کہ خلفاء راشدین ہر سال حج فرماتے رہے۔

سوال:- کیا سرمایہ داروں کے لئے بار بار حج کے بجائے دیگر جگہوں پر مال خرچ کرنا بہتر ہے؟

جواب:- جو شخص ضرورت کی جگہوں پر بالکل خرچ نہ کرے اور بس حج وعمرہ ہی کرتا رہے تو اُس کے لئے تو ضرور کہا جائے گا کہ اُسے چاہئے کہ وہ حج وعمرہ کی کثرت کے بجائے ضرورت کے مواقع پر خرچ کیا کرے؛ لیکن جو سرمایہ دار حضرات پہلے سے ہی زکوٰۃ وصدقات نکالنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور دینی ومعاشرتی اور سماجی ضرورتوں میں بھی حسبِ وسعت خرچ کرتے رہتے ہیں، اُن کے لئے حج وعمرہ کی کثرت ایک مستقل عبادت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُن سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ صرف صدقہ خیرات پر اکتفاء کریں اور حج وعمرہ کو ترک کردیں؛ بلکہ اُنہیں دونوں باتوں کی ترغیب دی جائے گی؛ کیوں کہ دونوں عبادتوں کی نوعیت الگ اور مستقل ہے۔ اور حج وعمرہ میں عبادت کی امتیازی شان پائی جاتی ہے، جس سے اِیمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔

سوال:- کیا ہر پانچ سال میں مال دار پر حج کرنا ضروری ہے؟

جواب:- حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں نے جس بندے کو جسمانی صحت اور مالی وسعت سے نوازا ہو، اور پھر بھی وہ ہر پانچ سال میں میرے گھر کی زیارت کے لئے حاضر نہ ہو تو وہ محروم ہے''۔ اِس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر صاحب استطاعت شخص کے لئے پانچ سال میں کم از کم ایک مرتبہ حج یا عمرہ کرنا بہتر ہے؛ تاہم یہ فرض یا واجب نہیں ہے۔

سوال:- جو آدمی مقروض ہو اس کو نفلی حج کے لئے جانا کیسا ہے؟

جواب:- جو آدمی مقروض ہو اُس پر اولاً قرض کی ادائیگی لازم ہے، ایسے شخص کے لئے قرض ادا کئے بغیر نفلی حج یا عمرہ کو جانا مناسب نہیں ہے۔

سوال:- کیا سفرِ حج میں بھی کسی کو امیر بنایا جائے گا؟

جواب:- ہر سفر میں کسی کو امیر بنانا مسنون ہے، سفرِ حج میں بھی اِس کا اہتمام ہو تو بہت بہتر ہے، اِس سے نظم وانتظام میں بڑی سہولت رہتی ہے۔

سوال:- کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟

جواب:- محض عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا؛ البتہ اگر حج تک ٹھہرنے کا معقول انتظام ہو تو حج فرض ہوگا۔

سوال:- اگر کوئی حاجی مکہ معظّمہ سے جدہ جائے تو کیا واپسی پر احرام باندھنا ضروری ہوگا؟

جواب:- جدہ سے واپسی پر احرام باندھنا ضروری نہیں ہے؛ کیوں کہ جدہ میقات سے باہر نہیں ہے؛ البتہ اگر واپسی میں عمرہ کا ارادہ ہو تو احرام باندھا جائے گا۔

سوال:- اگر کوئی حاجی مکہ معظّمہ سے طائف چلا جائے تو واپسی میں احرام باندھنا لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب:- طائف میقات سے باہر ہے؛ لہٰذا جو شخص مکہ معظّمہ سے طائف جائے گا اُس پر واپسی میں احرام باندھنا لازم ہوگا۔

سوال:- احرام کے وقت اگر عورت ناپاک ہو تو اُس کے احرام کا کیا مسئلہ ہے؟

جواب:- وہ عورت اسی حالت میں غسل کر کے احرام کی نیت کرے گی اور تلبیہ پڑھتی رہے گی، اور حج کے تمام ارکان (وقوفِ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، رمی، قربانی وغیرہ) اَدا کرے گی، بس طوافِ زیارت پاک ہونے کے بعد کرے گی، اِس لئے اُسے دل برداشتہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے حکم پر راضی رہے، اور ذکر واذکار اور دعاؤں میں مشغول رہے۔

سوال:- احرام کی حالت میں صابون کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کا صابن استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ خوشبو والا صابون استعمال نہ کیا جائے؛ کیوں کہ بار بار خوشبودار صابون استعمال کرنے سے دم واجب ہوجاتا ہے، اور اگر ایک دو مرتبہ ہی استعمال کیا ہے تو صدقہ واجب ہوتا ہے۔

سوال:- احرام کی حالت میں بیڑی سگریٹ پینا کیسا ہے؟

جواب:- بیڑی سگریٹ پینا کسی بھی حال میں پسندیدہ نہیں ہے، اور احرام میں بدرجہ اولیٰ نہیں پینا چاہئے؛ لیکن اگر پی لی تو اُس سے کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

سوال:- احرام کی حالت میں پیروں پر چادر یا کمبل ڈالنا کیسا ہے؟

جواب:- احرام کی حالت میں پیروں پر چادر یا کمبل ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے

سوال:- حالتِ احرام میں غسل کرنا کیسا ہے؟

جواب:- احرام کی حالت میں غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ خوشبودار صابون استعمال نہ کریں۔ اِسی طرح بالوں کو زیادہ نہ رگڑیں، جس سے بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہو۔

سوال:- احرام کا کپڑا میلا ہونے پر بدلنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب:- ضرورت کے وقت احرام کا کپڑا بدلنا شرعاً جائز ہے۔

سوال :- بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دانتوں سے اپنا ناخون چباتے رہتے ہیں، تو ایسا شخص اگر احرام کی حالت میں ناخون چبالے تو اُس پر کیا جنایت لازم ہوگی؟

جواب:- احرام کی حالت میں ناخون چبانے سے احتراز کرنا لازم ہے؛ تاہم اگر اُس نے دو چار ناخون چبائے تو ہر ناخون کے بدلے میں ایک صدقہ فطر کے بقدر صدقہ واجب ہوگا۔

سوال:- کیا دمِ جنایت ہندوستان میں بھی کرا سکتے ہیں؟

جواب :- دمِ جنایت کو حدودِ حرم میں ذبح کرنا لازم ہے، حدودِ حرم سے باہر ذبح کرنا جائز اور معتبر نہ ہوگا۔

سوال:- کیا دمِ جنایت کے بجائے روپیہ صدقہ کرنا کافی ہوسکتا ہے؟

جواب :- دم جنایت میں اصل مقصود جانور کو ذبح کرنا ہے، صدقہ مقصود نہیں ہے، اِس لئے دم کے بجائے صدقہ دینا کافی نہ ہوگا۔

سوال:- عورت کا دوسری عورت سے اپنے بال کٹوانا درست ہے یا نہیں؟

جواب :- ارکان مکمل ہونے کے بعد عورت اپنے بال خود بھی کاٹ سکتی ہے، اور دوسری عورت سے بھی کٹوا سکتی ہے۔

سوال:- اگر طواف کے درمیان وضو ٹوٹ جائے تو کیا کریں؟

جواب :- طواف میں باوضو رہنا واجب ہے؛ لہٰذا اگر دورانِ طواف وضو ٹوٹ گیا تو فوراً وضو کریں اور پھر طواف مکمل کریں۔ اور اگر ۴ر چکر سے پہلے وضو ٹوٹا ہے تو بہتر ہے کہ از سرِ نو طواف کریں۔

سوال:- طواف کے دوران کیا پڑھیں؟

جواب:- طواف کے دوران ذکر و دعا میں مشغول رہنا چاہئے، اِس وقت بندہ کی طرف اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

سوال:- کیا طواف کے لئے کچھ دعائیں خاص ہیں؟

جواب:- طواف کے ہر چکر میں جب رکن یمانی (حجرِ اسود سے پہلے والے کونے) پر پہنچیں تو یہ دعا: ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' پڑھنا مسنون ہے؛ لیکن بقیہ طواف کے حصہ میں کوئی بھی دعا مانگ سکتے ہیں، کسی دعا کی تخصیص نہیں ہے۔ اور جو بعض رسائل میں ہر چکر کی الگ الگ دعائیں شائع کی گئی ہیں، وہ محض سہولت کے لئے ہیں، اُن کا التزام ضروری نہیں ہے۔

سوال:- طواف میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک آدمی بڑے مجمع کو زور زور سے دعائیں پڑھاتا ہے اور سب ان کلمات کو دہراتے ہیں، تو یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے؟

جواب:- یہ طریقہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ دعا محض کلمات دہرانے کا نام نہیں؛ بلکہ مانگنے کا نام ہے، نیز اِس عمل سے دیگر طواف کرنے والوں کی یکسوئی میں بھی خلل پڑتا ہے۔

سوال:- طواف کے دوران موبائل پر بات چیت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:- دورانِ طواف موبائل پر ضروری بات چیت کی جاسکتی ہے؛ البتہ غیر ضروری بات چیت سے احتراز کیا جائے، اور پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ طواف اَدا کریں۔

سوال:- طواف کے دوران بیت اللہ شریف کو دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:- طواف کرتے ہوئے بالقصد بیت اللہ شریف پر نظر ڈالنا پسندیدہ نہیں ہے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ طواف میں اپنے سامنے چلنے کی جگہ پر نظر رکھی جائے اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا جائے اور اِس کا ضرور خیال رکھا جائے کہ طواف کے دوران سینہ بیت اللہ شریف کی طرف نہ ہو؛ کیوں کہ اگر سینہ یا پیٹھ بیت اللہ شریف کی طرف کرنے کی حالت میں طواف کیا جائے گا تو وہ معتبر نہ ہوگا۔

سوال:- آج کل مسجد حرام میں تیسری منزل پر طواف کے لئے الیکٹرانک گاڑیوں کا نظم کیا گیا ہے، تو اِن گاڑیوں پر سوار ہوکر طواف کرنا کیسا ہے؟

جواب:- جو شخص خود چل سکتا ہو، اُس کے لئے سواری پر طواف کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ جو شخص معذور ہو، وہ وہیل چیئر پر یا الیکٹرانک گاڑی پر طواف کرسکتا ہے؛ لہٰذا غیر معذور شخص مذکورہ گاڑیوں پر طواف نہ کرے۔

سوال:- طواف کی نفل نماز کب پڑھی جائیں؟

جواب:- ہر طواف کے بعد دو رکعت واجب الطّواف پڑھنے کا حکم ہے، اور اُسے پڑھے بغیر طواف پر طواف کرتے رہنا صحیح نہیں ہے؛ البتہ اگر مکروہ وقت ہو، مثلاً فجر کے بعد یا عصر کے بعد، تو اس میں پے در پے طواف کرتے رہیں، اور بعد میں (مکروہ وقت نکلنے کے بعد) سب کی نفلیں اکٹھی پڑھ لیں تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال:- آج کل مطاف میں بہت بھیڑ ہوتی ہے، تو اگر ہم یہ چاہیں کہ ایک ساتھ دو طواف کرکے پھر اُن کی نفلیں پڑھ لیں، تو اِس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب:- غیر مکروہ وقت میں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ خلافِ سنت ہے؛ لہٰذا ہر طواف کے بعد اولاً واجب الطّواف پڑھی جائے، پھر دوسرا طواف شروع کیا جائے، بھیڑ کی وجہ سے واجب الطّواف کو مؤخر نہ کیا جائے۔

سوال:- اگر طواف میں اضطباع اور رمل بھول جائیں تو کیا کریں؟

جواب:- طواف میں مردوں کے لئے اضطباع (داہنا کندھا کھولنا) اور رمل (ابتدائی تین چکروں میں اکڑ کر چلنا) مسنون ہے؛ لیکن اگر سہواً اِن کو چھوڑ دیا تو کراہت تنزیہی کے ساتھ طواف ادا ہو جاتا ہے اور کوئی جنایت لازم نہیں آتی، بس توبہ واستغفار کرلیں۔

سوال:- سعی کے دوران کیا پڑھا جائے؟

جواب:- سعی کے دوران بھی ذکر ودعا میں مشغول رہنا چاہئے، اور خاص کر ''میلین اخضرین''

(جہاں ہری لائٹیں لگی ہوئی ہیں) کے درمیان یہ دعا پڑھیں: ”رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، إِنَّکَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَکْرَمُ“۔

سوال:- کیا سعی کے ساتوں چکر بیک وقت کرنے ضروری ہیں؟ یا تھکن وغیرہ کی وجہ سے اُس میں فصل کیا جاسکتا ہے؟

جواب:- بہتر تو یہی ہے کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سعی کے ساتوں چکر ایک ساتھ کر لئے جائیں؛ لیکن اگر کوئی عذر پیش آ جائے، مثلاً تھکاوٹ ہو جائے، یا اور کوئی ضروری تقاضا ہو تو چکروں کے درمیان فصل کرنے سے بھی سعی درست ہو جائے گی، اور کوئی جنایت بھی لازم نہ ہوگی۔

سوال:- کیا حج قران میں طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کی جاسکتی ہے؟

جواب:- جی ہاں! حج قران میں طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کرنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے

سوال:- کیا حج کی سعی کے لئے بھی وہی وقت ہے جو طوافِ زیارت کے لئے ہے؟ یعنی ۱۲ر ذی الحجہ کا غروبِ آفتاب، یا اُس کے بعد بھی حج کی سعی کی جاسکتی ہے؟

جواب:- بہتر تو یہی ہے کہ ایام نحر یعنی ۱۰ر سے ۱۲ر ذی الحجہ میں ہی طوافِ زیارت کے بعد حج کی سعی کر لی جائے؛ لیکن اگر کسی عذر سے ایام نحر کے بعد حج کی سعی کی تو بھی سعی درست ہو جائے گی، اور کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

سوال:- آج کل سعی کے لئے بھی الیکٹرانک گاڑیاں اور کرایہ پر سعی کرانے کا انتظام ہے، تو اِس سے کون لوگ فائدہ اُٹھاسکتے ہیں؟

جواب:- جو شخص پیدل چلنے پر قادر ہو اُس کے لئے پیدل سعی کرنا واجب ہے؛ اِس لئے غیر معذور شخص وہیل چیئر یا الیکٹرانک گاڑی پر سعی نہ کرے؛ البتہ جو شخص چلنے سے معذور ہو یا بیمار ہو، تو اُس کے لئے گنجائش ہوگی۔

سوال:- کس طرح کے حج میں قربانی واجب ہے؟

جواب:- حج تمتع اور حج قران میں قربانی واجب ہوتی ہے، اور حج افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

سوال:- کیا حج کی قربانی کے ساتھ ساتھ حاجی پر مالی قربانی بھی واجب رہتی ہے؟

جواب:- جو حاجی ایامِ قربانی میں مقیم ہو اور صاحب استطاعت ہو، تو اُس پر حج کی قربانی کے

ساتھ ساتھ مالی قربانی بھی حسب ضابطہ لازم ہوتی ہے؛ البتہ یہ مالی قربانی وہ اپنے وطن میں بھی کراسکتا ہے، اس کے لئے حدودِ حرم کی کوئی شرط نہیں ہے۔

سوال:- آج کل عام طور پر سعودی حکومت نے بینک کے ذریعہ قربانی کرانے کا اہتمام کر رکھا ہے، تو کیا ہم قربانی کا کوپن خرید کر اپنی قربانی کراسکتے ہیں؟

جواب:- بینک کے ذریعہ قربانی کرانے میں بڑی خرابی یہ ہے کہ اُس میں واجب ترتیب (یعنی پہلے رمی پھر قربانی اور اُس کے بعد حلق) باقی نہیں رہتی، اور قربانی کے کوپن پر جو وقت لکھا رہتا ہے اُس کا حقیقت میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اِس لئے بالخصوص حنفی حجاج کو چاہئے کہ وہ بینک کے ذریعہ قربانی نہ کرائیں؛ بلکہ یا تو خود قربان گاہ جا کر اپنی قربانی کریں، یا اپنے معتبر دوستوں اور گروپ کے ذمہ داروں کے ذریعہ قربانی کرائیں؛ البتہ اگر کسی شخص کے لئے کوئی متبادل صورت نہ ہو، تو وہ مجبوراً بینک کا ٹوکن خرید سکتا ہے۔

سوال:- حرم کے اِردگرد سفید پتھروں والا میدان مسجد حرام میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب:- یہ صحن کا میدان مسجدِ شرعی میں داخل نہیں ہے؛ (لہٰذا شرعی عذر والی عورت کے اس صحن میں جانے میں حرج نہیں ہے)

سوال:- حرم کے قریب بڑی عمارتوں میں جماعت خانے بنے ہوئے ہیں، جن میں حرم کی جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اِن جماعت خانوں میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر اُن عمارتوں کے نیچے تک صفیں متصل ہوتی ہوں تو ان جماعت خانوں میں حرم کی جماعت میں نماز پڑھنا درست ہوگا۔ اور اگر صفیں متصل نہ ہوں تو حنفیہ کے نزدیک نماز درست نہ ہوگی؛ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ان جماعت خانوں میں نماز پڑھنے کے بجائے اہتمام کے ساتھ مسجد میں جا کر یا متصل صفوں میں ہی نماز ادا کی جائے؛ تاکہ کوئی اشتباہ نہ رہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

